سید یونس الحسنی

ڈی نیشنلائزیشن یا تعلیم کی موت

یکم اکتوبر ۱۹۷۲ء کو وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے اعلان کردہ منشور (Manifesto) کے مطابق ملک بھر میں ایسے تمام تعلیمی ادارے جو پرائیویٹ انتظامیہ کے تحت کام کر رہے تھے۔ بیک جنبش قلم قومی تحویل میں لے لئے۔ انہوں نے یہ حکم نامہ (Notification) نمبر ۱۱۸ بطور سویلین چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جاری کیا تھا۔ اس وقت ان کے رفقائے کار کی سوچی سمجھی رائے کے مطابق نجی انجمنوں کے زیر اثر ان اداروں میں درس و تدریس کا معیار شرمندگی کی حد تک گرا ہوا تھا۔ اساتذہ کی بدحالی و بے حالی اس پر مستزاد تھی اور یہ کہ صرف حکومتی سرپرستی ہی انہیں زبوں حالی کے اندھے غاروں سے بحفاظت نکال کر ان کے حالات کار درست کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ سو انہوں نے یہ زبردست اقدام کیا جس کی وسیع پیمانے پر پذیرائی ہوئی، بھاری بھر کم فیسیں ادا کرنے والے لوگوں نے سکھ کا سانس لیا کہ ان کے بچے اب انتہائی مناسب فیسیں ادا کر کے زیور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہو سکیں گے۔ یہ بہت بڑی سچائی ہے کہ اساتذہ نے اپنی انتھک تگ و دو سے ان اداروں کی ننانوے فیصد اکثریت کو ہر اعتبار سے نکھارنے، اجالنے اور سنوارنے میں کوئی دقیقہ بھی فروگزاشت نہیں کیا۔ سال بہ سال پرائمری، مڈل، ہائی اسکول، انٹر اور ڈگری کالجوں میں محنت کے زاویے بدلتے گئے اور ان کی کارکردگی پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی۔ بمشکل تمام ایک فیصد اداروں کی حالت پر اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کے بھرپور استرداد کیلئے بعض ٹھوس حقائق بطور دلیل محکم پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً

☆ تعلیمی اداروں کی نیشنلائزیشن کے ساتھ ہی بعض غیر مسلم تنظیموں کی طرف سے اس کے خلاف مسلسل سازشیں کی جا رہی ہیں۔ حکومت پر اندرونی و بیرونی لابیوں سے پریشر ڈلوایا جا تا رہا ہے کہ ہمارے لوٹ کھسوٹ کے اڈے لوٹائے جائیں، ان انجمنوں میں قادیانی تحریک سرفہرست ہے۔ انہوں نے کامیابی کیلئے سرتوڑ سعی کی۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے عیسائی برادری بھی ان کے جھانسے میں آ گئی، پھر ایسا ہوا کہ حکومت نے وقتاً فوقتاً اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اعلانات شروع کر دیئے کہ تمام تعلیمی ادارے اصل مالکان کو لوٹائے جا رہے ہیں۔ سرکاری ملازمین کیلئے یہ پراپیگنڈہ سروں پر لٹکتی خونی تلوار کی مانند تھا، جس نے ان کے سکون، یکسوئی اور توجہات کے ارتکاز کی خوش کن کیفیات کو ملیا میٹ کرنے کی نامشکور سعی کی۔ کوئی بھی شخص ایسے گھناؤنے ماحول میں اپنے فرائض دلجمعی سے انجام نہیں دے سکتا۔ چنانچہ بعض اداروں میں اسی آسیب نے کام دکھایا ہے کہ وہ اپنی کوشش بسیار کے باوصف اعلیٰ کارکردگی دکھانے سے قاصر رہے۔

☆ ۱۹۸۲ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم صدر پاکستان تھے۔ اساتذہ برادری اور پاکستانی عوام کے ساتھ اپنے تمام خلوص کے باوجود وہ امریکی وزیر خارجہ اور یو، این سیکرٹری جنرل کے اہم اصرار پر ڈی نیشنلائزیشن کے لئے تیار ہوگئے۔ معروضی حکم بھی جاری کردیا جس پر اساتذہ برادری، طلباء اور والدین میں زبردست ہیجان پیدا ہوا، ہر شہر اور قصبے میں اساتذہ و طلبہ نے ''اداروں کی واپسی، نامنظور'' کے بینر اٹھا کر مسلسل تین ماہ تحریک چلائی، جلسے کئے، جلوس نکالے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن ان کے پائے استقلال میں سر مو لغزش یا لرزش نہ آئی۔ وہ تحریک تو کامیاب رہی مگر اس کے منفی اثرات نے آئندہ چند سالوں تک اساتذہ و طلبہ کے قلوب و اذہان کا احاطہ کئے رکھا، وہ سوچتے رہے، حکومتیں پنجے جھاڑ کر صرف تعلیم ہی کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہیں؟ وہ آئے دن ہمارے سروں پر ڈی ٹائپ گرز کیوں مارتی رہتی ہیں؟ سوچوں کے اس نشیب و فراز میں کچھ وقت گزر گیا اور معلمین اپنے منصبی امور کی بطریق احسن انجام دہی میں کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

☆ مختلف سوچوں کا یہ ادھیڑ بن ابھی جاری تھا کہ بھٹو کی بیٹی نے بطور وزیر اعظم اپنے باپ کے جاری کئے گئے حکم کو بالکل غلط اور نامعقول قرار دے کر اداروں کی واپسی کا نوٹیفکشن جاری کردیا۔ پرکھ پڑچول سے معلوم ہوا، اس کے پیچھے بھی قادیانی اژدھے کی زہرناکی کا مکروہ اثر موجود تھا۔ اس ملک میں یہی طبقہ ضالہ ہے جو کسی کروٹ چین لیتا ہے نہ دوسروں کو لینے دیتا ہے۔ وہ مرزائیت کی تبلیغ کے مضبوط اکھاڑے چھن جانے کے بعد انگاروں پر لوٹ رہے ہیں۔ ہر حکومت کیلئے مسائل پیدا کرنا ان کا شیوہ، امت مسلمہ کے سینے پر مونگ دلنا ان کا وتیرہ ہے۔ اچھے بھلے مسلمانوں کو فکری، نظریاتی اور اعتقادی طور پر اپاہج بنانے کیلئے ہر غلط و صحیح حربہ اختیار کرنا ان کا شعار ہے، وہ مقصد براری کی خاطر ایسا الٹا، سیدھا، آڑا، ترچھا جال پھیلاتے ہیں کہ بڑے بڑے فہیم و ذکی ہل کر رہ جاتے ہیں۔ دختر مشرق ان کے اسی دام ہم رنگ زمیں کا شکار ہوگئیں۔ بہت سی تھکا فضیحتی کے بعد یہ حکم تو واپس لے لیا گیا لیکن طبقہ اساتذہ لمبے عرصے تک سکتے اور ضغطے کے عالم میں رہا۔ آپ ہی کہیے! اس تیرہ شبی میں وفا کے چراغ کیونکر جل سکتے ہیں؟ ہر پیر و جواں کی زبان پر ایک ہی بات تھی:۔

ہر طرف چھایا ہوا رات کا سناٹا ہے
کیسے ممکن ہے خرابے میں چراغاں سوچو

☆ ایک عجیب واقعہ ہوا، میاں نواز شریف ملک کے وزیر اعظم، ان کے برادر اصغر شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب تھے۔ پارلیمنٹ میں سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا ایک گروہ غارت گران تعلیم و تعلم کے خلاف سرگرم تھا۔ وہ ایسے مجہول فطرت اور مضحک چہروں والے لوگ تھے۔ جنہوں نے اپنے حلقوں میں وجود پذیر تعلیمی اداروں کو اپنی چوپال یا ڈھور ڈنگروں کا باڑہ بنا رکھا تھا۔ وہ ان پر مستقل قبضہ رکھنے کے شدت سے خواہاں تھے۔ ان کے زبردست دباؤ پر حکومت وقت نے تمام چھوٹے بڑے اسکول و کالج ڈسٹرکٹ کونسلوں کے حوالے کرنے کا پروگرام ترتیب دیا۔ اندر کے چند نیک دل لوگوں نے حلفاً بتایا کہ اس معاملے میں قادیانی جماعت بھی اپنے کل وسائل ان نام نہاد عوامی نمائندوں کے حق میں استعمال کر رہی تھی۔ غور

کیجئے! وہ جلب منفعت کی کی خاطر سچ مچ کے گدھوں کو باپ بنانے سے بھی نہیں چوکتے، گرگوں کے غصے کی تاب نہ لا کر باقاعدہ حکم جاری کر دیا گیا، اساتذہ کو پرائیویٹائزیشن کے نام پر آتش فشانی کھائیوں میں چوتھی بار بالجبر دھکیل دیا گیا، ان کی تعلیمی توجہات کی سمت آن واحد میں بدل کر رکھ دی گئی، وہ سراپا احتجاج ہو گئے۔ پنجاب ٹیچرز یونین کے صدر مرکزی متحدہ محاذ اساتذہ پاکستان کے چیئرمین حضرت مولانا عبدالغفور غفاری رحمۃ اللہ علیہ، پنجاب نیشنلائزڈ اسکول ٹیچر ایسوسی ایشن کے صدر محترم متحدہ محاذ اساتذہ پاکستان صوبہ پنجاب کے چیئرمین جناب رانا محمد ارشد، جنرل سیکرٹری جناب محمد انور بھٹی، سینئر اسٹاف کے صدر جناب محمد طارق محمود، ایس ای ایس کے محمد جمیل ورک اور کالج اساتذہ کے ممتاز رہنماؤں کی قیادت میں عظیم احتجاجی تحریک برپا کی گئی۔ حکومت کے عزائم ناکامی سے دوچار ہوئے تو وزیر اعلیٰ نے تعلیمی اصطلاحات کے نام پر پینترا بدلا۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پوری توانائی سے استعمال کر کے اساتذہ کے استاذ جیسے مکرم اور حساس طبقے پر ذلتوں اور رسوائیوں کے وہ تیر و نشتر چلائے کہ پناہ بخدا، ٹی وی مذاکروں اور اخباری کارٹونوں کے ذریعے انہیں عوام کی نظروں سے گرانے کیلئے شب و روز یہ مکروہ سلسلہ قریباً ایک سال تک جاری رہا۔ ان پر جعلی احکامات کے تحت بھرتی کا خوفناک الزام لگا کر بے حرم کیا گیا، دس سے پچیس سال تک ریگولر سروس کرنے والوں کو مسلح فوج کے ہاتھوں بوگس قرار دلا کر پس دیوار زنداں پھینک دیا گیا، کئی گھرانوں کے چولہے ٹھنڈے ہو گئے۔ کئی باضمیر اس بے عزتی پر عدم برداشت سے جانیں ہار گئے۔ یہ الگ بات کہ خود مقتدرین اس سے کہیں زیادہ رسوائیوں کا بوجھ اٹھا کر تماشائے عبرت بن گئے۔ تاہم ان کے کرتوتوں کی دھمک آج بھی سنائی دیتی ہے۔ ایسے دل دوز حالات میں وہ کیا نتائج دکھائیں، کیا محنت کریں، اداروں کی توقیر کیونکر بڑھائیں اور اگر مشقت کریں بھی تو وہ کیا رنگ لائے گی؟

☆ دزدان علم اس ناکامی کو ہضم نہیں کر پائے، ان کی الزامی مہم ہنوز جاری ہے۔

☆ اساتذہ نالائق ہیں، وہ جعلی سندوں، ڈگریوں اور آرڈرز کے ذریعے بھرتی ہوئے۔

☆ ان کی اکثریت کا مبلغ علم نہ ہونے کے برابر ہے، اسی لئے وہ بروقت اداروں میں نہیں آتے۔

☆ وہ ناکارہ ہیں اور بدلتے ہوئے علمی تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

یہ کہتے ہیں اساتذہ کی تنخواہیں اور پنشن حکومتی خزانے پر ناروا بوجھ ہے۔ اساتذہ کی تعداد مسلح افواج کے بعد دوسرے نمبر ہے۔ موجودہ بجٹ میں ماہانہ تنخواہوں اور پنشنوں میں اضافہ ویٹو کرنا ان کی اسی برخود غلط ظالمانہ سوچ کی عکاس اور غماض ہے۔ اس بوجھ کو ہلکا کرنے کیلئے سرکاری پرائمری، مڈل، ہائی اور ہائر سیکنڈری اسکولوں کے قواعد و ضوابط میں کچھ اس طرح حک و اضافہ کیا گیا ہے جس کا انجام مکمل نجکاری ہی ہے۔ اب قومیائے گئے تمام اسکول و کالجز کو پلک کی ایک جھپکی میں ڈی نیشنلائز کرنے کا فوجی حکم نامہ جاری کر کے اساتذہ کے چراغ وقر و افتخار کو طوفان بلا خیز کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ ان کی بقا خطرات میں گھر گئی ہے۔ اس حکم نامے کے متن کا ایک ایک حرف ایسا انگار ہے جو درس و تدریس کی شفاف چادر کو صرف داغ

دار نہیں، بھسم کر ڈالے گا۔ آج قادیانی مغ بچے اور سامراج مطوعے ایوان اقتدار میں بارسوخ ہو گئے ہیں۔ وقت کا فائدہ اٹھا کر کھل کھیلانا چاہتے ہیں مگر حکومتی بزرجمہروں نے تو رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ سازشیوں کی دسیسہ کاریوں سے صرف نظر یا بوجوہ گریز پائی گرانڈیل تاریخی حقائق سے مجرمانہ غفلت ہے، جسے کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا۔ جن الزامات کے تحت یہ سارا ہلاکت خیز عمل کیا جارہا ہے اور جن دل نواز نتائج کی توقع وابستہ کی جارہی ہے، تجاہل عارفانہ کے سوا کچھ نہیں۔ یاد رکھئے! یہ راستہ تعلیم کی موت کا راستہ ہے، عرفان وآگہی کی چشم خشک کرنے کا المناک استبدادی طریقہ ہے، وطن عزیز کے اسی (۸۰) فیصد غریب والدین پر بھاری بھرکم فیسوں کی اودبلائیں مسلط کر کے، ان کے جگر گوشوں کو علم کی برکات سے محروم رکھنے کی تباہ کن سازش ہے، اساتذہ جو صرف متوسط طبقے ہی سے آتے ہیں، ان کی عزت وتوقیر کو سرعام کھیل تماشا بنا کر ان کے گھروں میں بھوک کا ننگا ناچ نچوانے کا بھیانک پروگرام ہے۔

اسلام دشمن این جی اوز جو صیہونی، قادیانی اور پرویزی اعتقادات کے علمبردار ہیں، اس وحشت ناک صورت حال کی آڑ میں پاکستان کی تاسیسی سرحدوں کو بے دھڑک روندنے کی طرح ڈالنا چاہتے ہیں۔ ہم جنرل پرویز کو باور کرانا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں کہ تعلیمی اداروں کو فنا کے گھاٹ اتارنے سے کچھ نہیں بچے گا۔ مہذب قومیں اپنے علمی مراکز کا تحفظ کرنے کیلئے جانیں وار دیتی ہیں مگر ایسے گروہوں کی دستبرد میں کبھی نہیں آنے دیتیں جو ان کی بنیادوں اور اجزائے ترکیبی کو دیمک کی طرح چاٹنا چاہتے ہوں۔ کیونکہ اس طرح جغرافیائی سرحدیں بھی پامال ہو جایا کرتی ہیں۔ خدا کیلئے ادراک حقائق کے یہ سوتے خشک نہ ہونے دیجیے۔ ابھی وقت ہے انہیں پوری قوت سے تحفظ دیجیے، یوں بھی یہ آپ کے ایمان، اتحاد، تنظیم، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کے حلف کا تقاضا ہے۔ ایسا نہ ہو اس عظیم حلف سے آپ کی شعوری روگردانی اور انحراف سرزمین وطن پر کسی اور ناقابل برداشت سانحے کا سبب بن جائے، اگر خدانخواستہ آپ نے ڈی نیشنلائزیشن کا تعلیم دشمن ناہنجار نوٹیفکیشن منسوخ نہ کیا تو ہمارے قومی وملی ارتحال کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکے گی۔ سب جانتے ہیں اور سبھوں کو جاننا بھی چاہیے کہ ایسے ہی طریقہ کار سے مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کے روپ میں ہمارا منہ چڑا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ پلوں کے نیچے سے بہت زیادہ پانی بہہ جائے۔ اپنے رویے پر از سر نو غور کیجیے۔ یہ لمحہ فکری ہے جو با آواز بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

عہد حاضر میں کوئی زیست کا عنواں سوچو
ورنہ رہ جائیں گے ہم بے سروساماں سوچو
میرے ماحول کی گھمبیر سی خاموشی سے
اٹھنے والا ہے کوئی قہر کا طوفاں سوچو
مفلسی صورت عفریت بڑھی آتی ہے
ہوشمندان چمن دردکا درماں سوچو

مولانا مجاہد الحسینی

اسلامی معاشرت اور پاکستانی ٹیلی ویژن

تحریک قیام پاکستان کے دوران شدومد کے ساتھ اور زور دے کر یہ بات کہی گئی تھی کہ متحدہ ہندوستان میں چونکہ ہندوؤں اور غیر مسلموں کی تہذیب و معاشرت سے مسلمانوں کو بچانا مشکل ہے، اسلامی اور غیر اسلامی تہذیبیں مشترک نہیں ہوسکتیں، اس لئے اسلامی مملکت پاکستان کا قیام ازبس ناگزیر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کی نیک خواہشات کی تکمیل کیلئے مملکت خداداد پاکستان معرض وجود میں آ گئی۔ اس کے ابتدائی مرحلے میں پروپیگنڈے کے ذریعہ صرف ریڈیو ہی تھا، ٹیلی ویژن کی سہولت میسر نہ تھی۔ اس لئے مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت میں کوئی زیادہ تشویش ناک خرابی واقع نہ ہوئی۔

جب سے ٹیلی ویژن کی لعنت پاکستان پر مسلط ہوئی، اس نے ہندو غیر مسلموں کی تہذیب سے اپنی مسلم معاشرت کا اور جاں گداز حالات اور لاکھوں انسانوں کی جانی قربانیوں اور عصمتوں کی بربادیوں کے بعد پاکستان میں آنے والوں کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے اور غیر مسلموں کا آلہ کار بن کر ہماری مسلم روایات جس طرح ختم کی ہیں، وہ محتاج تذکرہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں بھارتی لیڈر سونیا گاندھی کا یہ جملہ عبرت کیلئے کافی ہے کہ "ہم اگرچہ پاکستان کا وجود مکمل طور پر ختم نہیں کرسکے لیکن پاکستان ٹیلی ویژن کو اپنے رنگ میں ڈھالنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے اور پاکستان ٹیلی ویژن کی نشریات بھارتی نشریات کا چربہ ہیں"۔

جہاں تک الیکٹرونکس میڈیا کی نشریات کا تعلق ہے، اس کی بابت اخبارات میں کئی احتجاجی اداریے اور مضامین شائع ہو چکے ہیں لیکن گزشتہ ماہ کے اخبارات میں علاقہ اقبال ٹاؤن لاہور کے رہائشی اور اسٹیٹ بینک کے ریٹائرڈ افسر عبدالرفیق کے قتل اور اس کی اہلیہ کے زخمی ہونے کی جو خبر شائع ہوئی ہے، اسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ پاکستان میں ٹیلی ویژن کے اثرات بد کہاں تک سرایت کرچکے ہیں۔

خبر میں بتایا گیا ہے کہ عبدالرفیق کا اکلوتا بیٹا جسے نہایت ناز وتمناؤں سے پالا گیا تھا اور اسے کرکٹ بورڈ میں پندرہ ہزار روپے ماہوار کی ملازمت بھی میسر تھی، وہ ٹیلی ویژن کی ایک اداکارہ کی محبت میں گرفتار ہوگیا اور برے کاموں میں سرگرمی کا مظاہرہ کرنے لگا۔ ماں باپ نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا، اپنی تنخواہ کے علاوہ اپنے والدین سے بھاری رقوم کا مطالبہ کرنے لگا، باپ کے منع کرنے پر منظم نامی اکلوتا، لاڈلا بیٹا بدتمیزی پر اتر آیا۔ چنانچہ گزشتہ ماہ اپنے والد سے